خالص اللہ تعالیٰ کی محبت میں قربانیاں کریں اور تحریک جدید کو کامیاب بنائیں

(فرمودہ ۱۱ ؍نومبر ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مَیں نے گزشتہ جمعہ میں اس امر کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ رمضان اپنے اندر خاص برکات رکھتا ہے اور ان برکات سے فائدہ حاصل کرنا مؤمن کا کام ہے اور میں نے بتایا تھا کہ رمضان بہت سے ایسے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے جو ہمیں ان اغراض کی طرف توجہ دلاتے ہیں جن کی طرف تحریک جدید جماعت کو متوجہ کرتی ہے اور کہ معنوی طور پر تحریک جدید رمضان کے ساتھ ایک تعلق رکھتی ہے۔ وہ مشقت اور قربانی کی روح اور وہ استقلال اور خدا تعالیٰ کے قُرب کی جستجو جو رمضان سے وابستہ ہے وہی تحریک جدید کا مقصود ہے۔

پس جب اس تحریک کا بھی جو شروع کی گئی ہے واحد مقصد اسلام کا قیام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت ہے تو اس کیلئے جماعت جتنی بھی جدو جہد کرے تھوڑی ہے۔ ہمارا پہلے دور کو کامیاب بنانا ایسا ہی تھا جیسا کہ کوئی شخص کسی جگہ کوئی عمارت تیار کرنا چاہے اور اس جگہ کوئی کھنڈر ہو تو اس کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ اسے صاف کرے وہ اینٹیں یا ملبہ جو وہاں پڑا ہوُا ہو اُسے وہاں سے ہٹا دے یا وہ بوسیدہ خراب اور کمزور دیواریں جو وہاں کھڑی ہوں ان کو توڑ کر

گرادے تا نئی عمارت کے لئے جگہ صاف ہوسکے۔تحریک جدید کے پہلے دور کی غرض یہ تھی کہ دشمنانِ احمدیت کے اس حملہ کوتوڑا جائے جوانہوں نے احمدیت کو تباہ کرنے کی نیت سے کیا تھا مگرصرف میدان کوصاف کر لینا کوئی بڑی چیز نہیں۔ جب میدان صاف ہو جائے تو اصل غرض اس پر عمارت کا قیام ہوتا ہےسو اگر ہم صرف پرانی عمارت کوصاف کر کے اس کی جگہ نئی عمارت کے قیام سے غافل رہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔کھنڈر کوصاف کرنا کوئی بڑا کام نہیں بلکہ بعض اوقات نقصان دہ ہوتا ہے اس لئے کہ کھنڈر بھی اپنے اندرسامان عبرت رکھتے ہیں۔ایک نئے نظام کیلئے پرانے عبرت کے سامان کو اگر ہم مٹا دیں تو یہ کوئی بُری بات نہیں لیکن اگرکوئی نیا نظام تو قائم نہ کریں اور پرانے عبرت کے سامان کو مٹا دیں تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ ہم نے دنیا کو ہدایت کے ایک رستے سے خواہ وہ کتنا ہی مخفی کیوں نہ ہو محروم کر دیا۔غرض خالی کھنڈر کو مٹا دینا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

پس آج میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو گزشتہ خطبہ کے سلسلہ میں ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد عظیم الشان امانت کی ہے ایسی عظیم الشان کہ جو بہت ہی کم لوگوں کو دی گئی ہے۔ وہ امانت صرف یہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو احمدی کہہ لیتے ہیں یا وفات مسیح علیہ السلام وغیرہ چند عقائد کو تسلیم کر لیتے ہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کھنڈروں کو گرانا۔حیاتِ مسیح کا عقیدہ دراصل ایک کھنڈر تھا جو اسلامی زمین پر موجود تھا اور وفاتِ مسیح کو تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے اس کھنڈر کو ہٹا دیا۔کسی کھنڈر کو اگر ہٹا دیا جائے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہاں نئی عمارت بنائی جائے اور اگر یہ غرض ہماری نظر کے سامنے نہیں یا ہم نے اسے پورا نہیں کیا تو ملبہ یا اینٹوں یا مٹی کے ڈھیر کو ہٹا دینے سے کیا فائدہ اگر دنیا میں وہ نیا نظام قائم نہیں ہوتا جس کے رستہ میں حیاتِ مسیح روک ہے؟ تو اس کو ہٹانے پر اتنی طاقت اور قوت صرف کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ خرابی کوئی نئی نہیں۔ معاً صحابہؓ کی وفات کے بعد کیونکہ ان کی زندگی میں کسی غلط عقیدہ کی اشاعت کا کوئی امکان نہ تھا۔لیکن ان کی وفات کے معاً بعد بلکہ ابھی ان میں سے بعض زندہ ہی تھے یعنی پہلی صدی میں ہی مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ دوسری صدی میں یہ خیال اور قوی ہو گیا اور تیسری صدی میں قوی تر۔

پہلی اور دوسری صدی میں ہمیں ایسے علماء نظر آتے ہیں جو بِالوضاحت اور بِالبداہت اس عقیدہ کے خلاف اعلان کرتے ہیں مگر جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا ایسے لوگ کم ہوتے گئے۔ حتّٰی کہ آخری زمانہ یعنی پانچویں اور چھٹی صدی سے یہ مسلمانوں کے اندر ایسے طور پر قائم ہو گیا کہ گویا اسلام کا جُزو ہے۔ کیا مصر اور کیا سپین، کیا مراکش اور کیا الجزائر، کیا شام اور کیا اناطولیہ اور کیا فلسطین، عرب، عراق، ایران، بخارا، افغانستان، ہندوستان، فلپائن، سماٹرا اور جاوا میں کوئی اسلامی مُلک ایسا نظر نہیں آتا جس میں یہ مسئلہ پورے طور پر قائم نہ ہو دنیا کا ہر مسلمان اس میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور شرک ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جو شرک چھ سو سال تک اسلامی دنیا پر اس طرح چھایا رہا جس نے پہلی ہی صدی میں اپنی شکل دکھانی شروع کی اور برابر زور پکڑتا گیا اللہ تعالیٰ کیوں اس کے مٹانے سے غافل رہا؟ کیوں نہ اسے دور کیا گیا اور کیوں اس کی اہمیت کو اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ سے ہی ظاہر کرایا اور کیوں وہ دلائل جن سے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر فرمائے؟ ذرا سی عقل اور سمجھ رکھنے والا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس مسئلہ پر بحث کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ اس کھنڈر کے گرانے کے بعد نئی عمارت بنانے کا کوئی موقع نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ساتھ جو اصل مقصود وابستہ ہے وہ یہ ہے کہ اس امت میں پیدا ہونے والے مسیح کے لئے راستہ صاف کیا جائے اور چونکہ اس کا موقع نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی غلطی کو چھوڑ دیا اور اس کا علاج اپنے ہاتھ میں نہ لیا بلکہ انسانوں کے دماغ پر اسے چھوڑ دیا کہ خود سوچیں۔ قرآن کریم میں ایسی آیات جن سے وفات مسیحؑ ثابت ہوتی ہے موجود تھیں، اسی طرح ایسی احادیث بھی موجود تھیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی تھی، وہ آثار صحابہ موجود تھے جن سے حیات مسیح کا مسئلہ باطل ہوتا تھا، اسی طرح عقل جو اس کو رد کرتی ہے وہ بھی انسانی دماغوں میں موجود تھی اور اگر انسان چاہتا تو اس کا رد کر سکتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں خود اس کا ردّ نہیں کیا اس نے کہا کہ ہم نے قرآن کریم میں اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔ آیات قرآنیہ پر غور کرو، اپنے رسولؐ سے اس کی حقیقت کو ظاہر کروا دیا ہے اس کی احادیث

کو دیکھ لو، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ بالخصوص خلیفہ اوّلؓ نے اسے حل کر دیا ہوا ہے ان کے واقعات کو پڑھ لو، پھر تمہارے دماغوں میں عقل موجود ہے اس سے مدد لو لیکن اگر تم نہ عقل سے فائدہ اٹھاؤ اور نہ صحابہؓ کے طریق اور آثار سے نہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فائدہ اٹھاؤ اور نہ قرآن کریم سے تو ہم بھی چُپ ہیں۔ مگر وہی مسئلہ جس پر اللہ تعالیٰ تیرہ سَو سال تک چُپ رہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس پر اتنا زور دیا گیا کہ گویا سب سے اہم مسئلہ یہی ہے۔ یہ خرابی تو تیرہ سَو سال سے موجود تھی مگر اس کی جڑ اُکھیڑنے کیلئے کوئی انتظام اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ قرآن کریم کی جو آیات پُکار پُکار کر وفاتِ مسیحؑ کا اعلان کر رہی ہیں وہ پہلے بھی موجود تھیں لیکن بالکل خاموش تھیں لیکن اب سامنے آ کر دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ہماری موجودگی میں تم کس طرح حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ رکھتے ہو۔ اسی طرح وہ احادیث بھی جو وفاتِ مسیحؑ پر شاہدِ ناطق ہیں تیرہ سو سال سے موجود تھیں لیکن خاموش تھیں آج کس طرح حقیقتِ حال کو ظاہر کر رہی ہیں۔ صحابہؓ کرام کا اجماع جو چُپکے سے ایک گوشہ میں پڑا تھا اور اس غلط عقیدہ کو ردّ کرنے میں کوئی حصہ نہ لے رہا تھا مگر آج چِلّا چِلّا کر ہمیں اپنی طرف متوجہ کر رہا اور کہہ رہا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ان صحابہؓ کا فیصلہ ہوں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو قائم کیا تم میری طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ وہ عقل جو پہلے بھی ہر انسان میں موجود تھی خاموش تھی مگر آج اس خیال کو دھکے دیتی اور اس پر قہقہے لگا رہی ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ایسی بات پر ایمان رکھتے ہیں مگر یہ نظارہ ہمیں تیرہ سَو سال کے بعد آج نظر آتا ہے پہلے نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج خدا تعالیٰ نے ایک نئی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ عمارت بن نہیں سکتی تھی جب تک اس کھنڈر کو صاف نہ کیا جاتا۔ پس اس نے حکم دیا کہ اس ملبہ کو اٹھاؤ تا نئی عمارت تیار ہو سکے۔ مرض، ضرر اور نقصان پہلے بھی موجود تھا مگر تیرہ سَو سال تک آسمان سے اس کا علاج نہ کیا گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اسے دور کرنے کی طرف توجہ نہ کی جس کی وجہ یہی ہے کہ کوئی نئی عمارت وہاں بنانے کا موقع نہ تھا مگر جب نئی عمارت بنانے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا تو اس نے فوراً اپنے کھنڈر کو مٹا دیا اور اس کی شناخت کو پورے زور کے ساتھ اور کُھلے الفاظ میں بیان کیا۔

غرض حیاتِ مسیحؑ کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے، مگر اس کی حیثیت ایک کھنڈر سے زائد نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم اس ملبہ کو ہٹا کر خاموش ہو جائیں اور اس کی جگہ پر نئی عمارت نہ بنائیں تو اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے صرف ملبہ کو ہی ہٹانا تھا تو پھر تیرہ سو سال میں کیوں نہ ہٹایا۔ اللہ تعالیٰ کے اتنا عرصہ خاموش رہنے میں ایک ہی حکمت تھی کہ اس جگہ پر نئی عمارت کی تعمیر کا وقت ابھی نہ آیا تھا لیکن اب اگر ہم اس نئی عمارت کی تعمیر کو نظر انداز کر دیں تو اللہ تعالیٰ پر ضرور یہ الزام آئے گا کہ وہ اتنا عرصہ کیوں خاموش رہا۔ پس نئی عمارت کا بنایا جانا زیادہ اہم ہے اور وہی دین دراصل مقصود ہے۔ وفاتِ مسیح کا مسئلہ گو اہم ہے مگر یہ ضمنی ہے۔ یہ ہمارے راستے میں آ گیا اس لئے اسے حل کر لیا گیا ورنہ شاید اتنی توجہ اس کی طرف نہ کی جاتی۔ اصل مسائل اَور ہیں اور وہی امانتیں ہیں جو ہمارے سپرد کی گئیں۔

ان مسائل میں سے ایک تو فہم قرآن ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا میں قائم کیا اور وہ قرآن کریم جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ[1] وہ قرآن جو ہدایتوں اور نشانات کا مجموعہ ہے، جو جھوٹ اور سچ میں فرق اور امتیاز کر دینے والا ہے، جو نور اور تاریکی میں فرق کر دینے کا واحد ذریعہ ہے، وہ جو خدا تعالیٰ تک انسان کو پہنچاتا ہے اس کا علم اور فہم مٹ گیا تھا مسلمان اسے بھلا چکے تھے۔ اس کا کچھ درجہ تو احادیث کو دے دیا گیا تھا۔ ان احادیث کو جو اگر سچی ہوں تو بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہیں مگر موجودہ وقت میں ان میں وضعی بھی ہیں، ان میں انسانی خیالات کا اثر بھی ہے۔ ایک بات کو دس آدمی سنتے اور نوٹ کرتے ہیں مگر سب میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہو جاتا ہے۔ نوٹ کرتے وقت انسان پوری احتیاط کے باوجود بھی غلطی کر جاتا ہے۔ راوی خواہ کتنے سچے ہوں لیکن اگر بات سنتے سنتے کسی کا خیال کسی اور طرف چلا جائے اور کوئی حصہ رہ جائے تو غلطی کا ہو جانا بعید نہیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض راوی بات کو سمجھ ہی نہ سکے ہوں، پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سننے والے آگے جن سے بیان کریں وہ اچھی طرح سمجھ نہ سکے ہوں یا کسی وقت ان کا دماغ کسی اور طرف متوجہ ہو جائے اور یہی سلسلہ پانچ سات آدمیوں تک چلتا جائے تو اس کے نتیجہ میں

جو بات بن جائے گی اس میں غلطی کا کس قدر امکان ہوگا اور مفہوم کس قدر بدل جائے گا۔ پس احادیث خواہ وضعی نہ ہوں سچی ہی ہوں پھر بھی ان میں کئی وجوہ سے غلطیوں کا امکان ہے اور وہ اِس طرح ہدایت کا موجب نہیں ہوسکتیں جس طرح قرآن جس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک شوشہ محفوظ ہے۔ مگر قرآن کی کچھ جگہ تو ان احادیث کو دے دی گئی کچھ اپنے فلسفہ کو اور کچھ رسوم ورواجات کو اور کچھ اپنی ہوا اور خواہشات کو حتیٰ کہ قرآن کے لئے کوئی جگہ ہی باقی نہ رہی اور وہ اُڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ اس واقعہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن کریم کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ لَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ[2] یعنی قرآن باقی نہیں رہے گا صرف اس کے الفاظ رہ جائیں گے۔ اور لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ[3] اسلام باقی نہیں رہے گا صرف اس کا نام رہ جائے گا۔ قرآن کریم کی صرف سیاہی باقی رہ جائے گی گویا وہ بالکل ایک مُردہ جسم ہوگا اور ظاہر ہے کہ مُردہ جسم کسی کام کا نہیں ہوسکتا۔ کسی شخص کے ماں باپ مَر جائیں تو کیا وہ اس بات پر خوش ہوسکتا ہے کہ ان کا جسم اس کے پاس ہے جب تک وہ بات نہ کریں، مشورہ نہ دیں، اگر وہ مذہبی خیالات رکھتے ہیں تو اس کے لئے دعائیں نہ کریں اور اگر دنیوی خیالات رکھتے ہیں تو اس کی دنیوی ترقی کے لئے کوئی سعی اور کوشش نہ کریں، اسی طرح جب قرآن کریم کی روح باقی نہ رہی تو وہ جسم بے جان تھا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس میں پھر روح قائم کی اور قرآن کریم کا وہ علم بخشا جس کی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد تیرہ سو سال میں نہیں ملتی۔ آج جو فہم قرآن کریم کا ہمیں حاصل ہے اس کے مقابلہ میں پچھلی تمام تفاسیر ہیچ ہیں۔ جو علوم خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں انکو پڑھنے والے پرانی تفاسیر کو بغدادی قاعدہ سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ ابھی جو بچے ہمارے باہر سے آئے ہیں ان میں سے عزیزم ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مغرب میں جو لوگ احمدیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں ان پر صرف یہ اثر ہے کہ قرآن کریم کی جو تفسیر ہماری طرف سے شائع ہوتی ہے اس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم واقعی ایک زندہ کتاب ہے۔ پہلے جو لوگ عیسائیت یا دہریت کی طرف مائل تھے وہ جب ہماری پیش کردہ تفسیر دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اوہو! یہ تو

بہت بڑا خزانہ ہے اس لئے وہ واپس اسلام کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ان پر نہ کوئی وفات کے دلائل کا اثر ہوتا ہے اور نہ ختم نبوت کا بلکہ صرف ہماری تفسیر کا۔ جب وہ اسے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اب ہمیں معلوم ہؤا کہ قرآن کریم واقعی ایک زندہ کتاب ہے۔ہم بے وقوفی سے اسے چھوڑ رہے تھے تو جو فہم قرآن کریم کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے دیا ہے اور اصولی طور پر آپ نے ہمیں جس کی تعلیم دی ہے وہ اتنا بڑا خزانہ ہے کہ موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ درمیان کے تیرہ سو سال کے تمام علوم اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

پھر دوسری چیز حقیقتِ احکامِ اسلام ہے۔اس سے بھی مسلمان غافل تھے۔صحابہ کرامؓ کے معاً بعد مسلمانوں نے اسلام کے احکام کی حقیقت سمجھنے سے غفلت برتنی شروع کر دی تھی۔صرف انہیں احکام قرار دے کر ان پر عمل ہونے لگا۔نماز کو ایک حکم سمجھ کر نماز ادا کی جاتی تھی اور روزہ کو ایک حکم سمجھ کر روزہ رکھا جاتا تھا مگر یہ بات کہ ان احکام کی حکمت کیا ہے اس طرف سے توجہ بالکل ہٹ گئی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ احکامِ اسلام پر عمل کی رغبت نہ رہی۔ یہاں تک کہ چوتھی صدی میں امام غزالیؒ نے اسکے خلاف احتجاج کیا اور احکام کی حکمتیں بتا کر ان کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کی۔ان کے لٹریچر کے نتیجہ میں کچھ توجہ اس طرف ہوئی اور اس نے مسلمانوں کو کچھ فائدہ بخشا مگر پھر نیند کا غلبہ ہؤا اور احکامِ اسلام کے صرف لفظ رہ گئے اور روح مٹ گئی۔حتّٰی کہ ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی کا زمانہ آیا انہوں نے بعض کتابیں لکھیں جن میں احکامِ اسلام کی حکمت بیان کی مگر ان کا دائرہ اثر بالکل محدود تھا اور صرف چند لوگ ہندوستان میں ایسے تھے جن پر ان کا اثر ہؤا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص قریب میں آنے والا تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کو ظاہر کرنا تھا۔جب سورج چڑھنے والا ہو تو صبح کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرف نظر نہیں اُٹھا کرتی۔پس مسلمان غافل ہی رہے حتّٰی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آگیا اور آپ نے اسلام کے احکام کی حکمت ایسے رنگ میں بیان کی کہ ہر ایک شخص کی سمجھ میں آ گئی کہ یہ احکام ہمارے ہی نفع کے لئے ہیں اور دنیا پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ دنیا کی نجات ان قوانین میں نہیں جو نئے نئے بنائے ہیں بلکہ قرآن کی طرف جانے میں ہی ہے۔آپ نے

اسلام کے وہ احکام جن کے متعلق مسلمان بھی معذرتیں پیش کرتے اور کہتے تھے کہ یہ خاص اوقات کیلئے ہیں نہایت جرأت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کئے اور ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ یورپ میں زلزلے آنے لگے اور بڑے بڑے فلاسفر اس طرف آنے پر مجبور ہوگئے اور وہ سمجھنے لگے کہ نئے مسائل ان کو تباہی کی طرف لے جارہے ہیں۔

شراب اور سود میں حد بندیاں ہونے لگیں، طلاق کے مسئلہ میں آزادی ہوئی اور کثرت ازدواج میں جو سختی سے کام لیا جارہا تھا اس میں نرمی کی تحریک یورپ کے لوگوں میں شروع ہوگئی، عریانی کے معاملہ میں بھی آزادی کی بڑھتی ہوئی رَو میں کمی آنے لگی۔ ان مسائل میں اسلام کی تعلیم کو پہلے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اسے اولڈ فیشن (OLD FASHION) اور پرانے زمانہ کی تعلیم کہا جاتا تھا مگر اسکے بعد یورپ میں بھی جو زلزلے آئے اور جو حرکتیں ہوئیں انہوں نے نئے قوانین کی عمارتوں کو گرا کر لوگوں کو پھر اس تعلیم کی طرف آنے پر مجبور کیا جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پرانی تعلیم بتا کر پیش کیا تھا۔ طلاق کے بارہ میں وسعت پیدا ہورہی ہے یورپ میں ایک زبردست جماعت پیدا ہورہی ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ کثرتِ ازدواج میں آزادی ہونی چاہئے، سود کے بارہ میں حد بندیوں کی حامی بھی زبردست جماعت پیدا ہوگئی ہے، جن میں سے ہٹلر اور جرمن کی یونیورسٹیوں کے پروفیسر پیش پیش ہیں۔ چند سال ہوئے برلن کی یونیورسٹیوں کے بعض پرفیسروں نے اپنی چھٹیاں اس لئے وقف کی تھیں کہ لوگوں کو جاکر سود کی برائیوں سے آگاہ کریں۔ پہلے کون کہہ سکتا تھا کہ یورپ جو اِن بیماریوں کا پیدا کرنے والا ہے وہی ان کے علاج کی طرف متوجہ ہوگا۔ یہ تغیرات آج سب لوگوں کو نظر نہیں آتے جو مجھے آتے ہیں۔ بے شک یورپ ابھی شراب کو چھوڑ نہیں سکا، طلاق میں بھی اسلامی تعلیم کو قائم نہیں کرسکا اور یہی حال دوسرے مسائل کا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مزاج کس طرف مائل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

اور اصل چیز یہی ہے کہ یورپ کا مزاج اس طرف آرہا ہے اور جب اس طرف میلان ہورہا ہے تو ایک نہ ایک دن ان احکام پر عمل بھی ہوکر رہے گا۔ تمام قوم کو ایک ہی دن میں کسی بات پر

قائم نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری جماعت جو خدا تعالیٰ کو مانتی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کا نبی یقین کرتی ہے وہ کونسی ہر بات پر پوری طرح فوراً عمل کرتی ہے۔ بے شک بعض لوگ ایسے ہیں جو ہر اس بات پر جو پیش کی جاتی ہے فوراً عمل شروع کر دیتے ہیں مگر کئی ایسے ہیں جن کو ہموار کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح کوئی کیل موٹا ہو تو اسے رگڑ رگڑ کر ٹھیک کرنا پڑتا ہے۔ پھر یورپ کے لوگ جن کی گھٹی میں یہ چیزیں داخل ہیں ان کو ایک دن میں کس طرح چھوڑ سکتے ہیں مگر یہ سب باتیں احمدیت میں ہی مل سکتی ہیں۔ اگر یہ مٹ جائے تو قرآن بھی ساتھ ہی مٹ جاتا ہے، اگر یہ مٹ جائے تو اسلام کے احکام کی حکمت بھی ساتھ ہی مٹ جاتی ہے۔ پھر جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے خدا تعالیٰ کیلئے اپنی تمام طاقتوں کو لگا دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی جماعت ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کیلئے کوئی کام کرتی ہو۔ مصر، فلسطین، عرب، افغانستان، ترکی اور خود ہندوستان میں نئی نئی ترقیات ہو رہی ہیں۔ مگر ان کا محور کہیں بھی خدا تعالیٰ کی ذات نہیں۔ سب تحریکات وطنی اور قومی ہیں اور خدا تعالیٰ کا خانہ سب جگہ خالی ہے۔ اگر کوئی جماعت دعویٰ کے لحاظ سے بھی ایسی ہے تو وہ صرف ایک احمدیہ جماعت ہے۔ یہ کوئی سوچنے والی بات نہیں اس میں کسی غور اور فکر کی ضرورت نہیں دنیا میں کوئی اور جماعت ایسی پیش کرو جو خدا تعالیٰ کی حکومت قائم کرنے کیلئے کام کر رہی ہو۔ یقیناً ایسا نہ کر سکو گے۔ مصری، ترکی، عربی اور ہندوستان کی سب مذہبی اور سیاسی تحریکات میں سے کوئی ایسی نہیں جس کی غرض یہ ہو۔ ہندوستان کی جمعیۃ العلماء بھی آج یہ کہہ رہی ہے کہ کانگرس کے ساتھ شامل ہوئے بغیر اسلام زندہ نہیں رہ سکتا اور ظاہر ہے کہ جس اسلام کو زندہ رہنے کے لئے کانگرس کی مدد درکار ہے اس کی حقیقت ہر مسلمان خود سمجھ سکتا ہے۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں نہ چھوٹی نہ بڑی جو خدا تعالیٰ کیلئے کام کرتی ہو صرف یہی ایک جماعت احمدیہ ہے جو محبت الٰہی کے محور کے گرد گھومتی ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر خدا تعالیٰ کے پاس لایا جائے۔ دنیا میں لوگ مال کی قربانیاں بھی کرتے ہیں اور جذبات کی بھی مگر ان میں سے کوئی بھی خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتی سب ذاتی یا قومی یا خاندانی اغراض کے ماتحت ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کیلئے کوئی نہیں ہوتی۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ اور درجہ کی صحیح شناخت

بھی احمدیت سے باہر نظر نہیں آتی۔ مُنہ سے کہنا کہ ہم آپ کے عاشق ہیں اور بات ہے لیکن ان لوگوں کی تقریروں کو اگر سنو تو اگر وہ ہمارے دلائل کی خوشہ چینی نہیں کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل نہیں کرتے تو ان میں سوائے اس کے کچھ نہیں ہوگا کہ آپ کملی والے ہیں آپ کی زلفیں ایسی تھیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی خوبیاں تھیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ تیرہ سو سال سے دنیا میں لڑائیاں، جھگڑے اور خونریزیاں کراتا رہا، ان کے ذہن اس سے آگے نہیں جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق، انسانی روح کی ترقی کے مدارج کا بیان اور اس کی ترقی کیلئے روحانی نور کا مہیا کرنا یہ ساری خوبیاں ان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ اگر یہ خوبیاں کسی کے سامنے آئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور اگر آج یہ خزانہ کہیں موجود ہے تو جماعت احمدیہ میں۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے روحانی ترقیات کا جو دروازہ کھول دیا ہے امید کے دودھ سے لبریز پیالہ جو دیا ہے وہ بھی ہمارے سوا کسی کے پاس نہیں۔ تمام مسلمان آپ کی ذات کو مایوس اور افسردگی کا پیغام قرار دیتے ہیں اور ایک ایسی دیوار ظاہر کرتے ہیں جو افضال الٰہی کے دروازہ کے آگے کھڑی ہے۔ صرف ایک ہی شخص ہے جس نے بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دروازہ کو بند کرنے والی دیوار نہیں ہیں بلکہ ایک بند دیوار کا دروازہ ہیں جو خدا تعالیٰ اور بندے کے درمیان حائل تھی۔ ختم نبوت بند کرنے والی دیوار نہیں بلکہ ایک وسیع دروازہ ہے جس سے ہو کر بندہ خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ اور بندے کے تعلقات منقطع ہو گئے ہیں بلکہ یہ ہیں کہ زیادہ کثرت اور وسعت کے ساتھ خدا تعالیٰ آپ کے وجود میں سے ہو کر بندے تک پہنچے گا۔

یہ وہ عظیم الشان امید کا دروازہ ہے اور امنگیں پیدا کرنے والی تعلیم ہے جو احمدیت سے باہر نظر نہیں آسکتی۔ اگر احمدیت نہ ہو تو یہ خزانہ پھر مٹ جاتا ہے۔ یہ امور دنیا سے مخفی تھے اور صرف احمدیت کے ذریعہ ہی ظاہر ہوئے۔ بے شک ظاہری علماء کی دنیا میں کمی نہ تھی اور نہ ہے، عربی کے ایسے بڑے بڑے عالم دنیا میں موجود ہیں جو ہمارے بڑے بڑے علماء کو برسوں پڑھا سکتے ہیں، روایات حدیث کی چھان بین کے ایسے ایسے ماہر دنیا میں موجود ہیں، صَرف ونحو

کے ایسے ایسے ماہر دنیا میں موجود ہیں جو ہمارے علماء کو برسوں پڑھا سکتے ہیں لیکن یہ ایک قشر ہیں۔ایک مکان جب تیار کیا جاتا ہے تو اس کے باہر سفیدی کرنے اور پھول اور بیل بوٹے بنانے والے بھی مفید کام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن اگر عمارت بنانے کے بعد اس میں رہنے والے میسر نہ ہوں تو وہ عمارت کسی کام کی نہیں۔تغلق خاندان کے ایک بادشاہ نے ایک نیا شہر آباد کیا تھا اور وہ لوگوں کو جبراً وہاں لے گیا مگر دوسرے سال لوگ پھر وہاں سے بھاگ آئے اور وہ اُجاڑ ہو گیا۔

تو جب تک قرآن کریم کا مغز اور رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حقیقی روح نہ ہو کسی میں خالی علم کا ہونا کسی کام کا نہیں۔ جہاں تک عرفان کا تعلق ہے وہ جاہل ہیں اور ہمارے جاہل بھی ان سے زیادہ عالم ہیں۔اگر دولت صرف روپوں اور پونڈوں کا نام نہیں اور یقیناً نہیں تو ہمیں وہ خزانہ ملا ہے جس کے مقابل میں دنیا کے سب خزانے ہیچ ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اس خزانہ کو محفوظ رکھیں۔کسی شخص کی جیب میں اگر دس بیس روپیہ کے نوٹ ہوں تو وہ بار بار جیب پر ہاتھ مارتا ہے۔دو چار سو روپیہ ہو تو بڑی احتیاط سے اس کی نگرانی کرتا ہے، پچاس ساٹھ ہزار یا لاکھ دو لاکھ ہو تو اسے بنکوں میں محفوظ کرتا ہے۔جس کے پاس لاکھوں روپیہ ہو اس کی نیند بھی حرام ہو جاتی ہے اور کروڑوں کا مالک تو تو اپنی زندگی کا مقصد اس کی حفاظت ہی سمجھتا ہے۔ کہنے کو تو وہ اس کا مالک ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ اس دولت کا چوکیدار ہوتا ہے۔تو جس قوم کو ایسی عظیم الشان دولت ملی ہو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری کتنی بڑی ہے۔اس ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے دو اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔اول تو جگہ کے لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ اسے پھیلا دیں کیونکہ اس کا ایک جگہ رہنا بہت خطرناک ہے۔کون کہہ سکتا ہے کہ کل کو کوئی ایسی حکومت نہیں آئے گی جو اسے مٹانے کے درپے ہو اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اسے اس طرح پھیلا دیں کہ اگر دس، بیس، چالیس، پچاس، نوے، پچانوے بلکہ ننانوے فیصدی حکومتیں بھی اسے مٹانا چاہیں تو ایک نہ ایک ٹھکانہ ضرور ایسا ہو جہاں احمدیت آزادی کے ساتھ اپنے خیالات پھیلا رہی ہو۔سچائی کبھی مخالفت کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی اور اس لئے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہم مخالفت کے بغیر ہی کامیاب ہو جائیں گے وہ غلطی خوردہ ہے۔اگر یہ صحیح ہے کہ احمدیت ایک روحانی طاقت ہے

تو جُوں جُوں یہ طاقت میں بڑھتی جائے گی اس کی مخالفت بھی بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ وہ دن آجائے گا کہ دنیا کی آخری لڑائی اس سوال پر لڑی جائے گی کہ دنیا میں احمدیت رہنی چاہیئے یا دوسرے خیالات۔

پس اس کی حفاظت کیلئے پہلی ضروری چیز تو یہ ہے کہ ہم اسے پھیلا دیں تا اگر اکثر حکومتیں بھی اسے مٹا دیں تب بھی ایسی جگہیں باقی رہ جائیں جہاں احمدیت پوری شان کے ساتھ قائم ہو اور ترقی کی طرف قدم اٹھا سکے۔

دوسرے اسے زمانہ کے لحاظ سے قائم کرنا ضروری ہے اگر ہم اسے ساری دنیا میں پھیلا دیں لیکن ہماری آئندہ نسلیں احمدیت پر مضبوط نہ ہوں تو ہماری ساری محنت رایگاں جائے گی۔ پس صرف دنیا تک اس کو پہنچا دینا ہی ہمارا کام نہیں بلکہ آئندہ نسلوں میں اس کا قائم کرنا بھی ہے۔ ہمارا ایک حملہ مقام پر ہونا چاہیئے اور دوسرا زمانہ پر۔ مقام کے لحاظ سے اسے گوشہ گوشہ میں پہنچا دینا ضروری ہے اور زمانہ کے لحاظ سے آئندہ نسلوں تک۔ اگر ہم اسے ساری دنیا میں پہنچا دیں مگر آئندہ نسلوں میں اسے مضبوطی سے قائم نہ کریں تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص قطب صاحب کے مینار سے بھی دس گنا اونچا مینار بنالے لیکن جس دن وہ کھڑا ہو اس سے اگلے روز وہ گر جائے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اسے نہ صرف مقام کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی مضبوط کریں اور اسے سینکڑوں ہزاروں سالوں تک پھیلانے کا انتظام کریں اور اس عظیم الشان کام کو دیکھتے ہوئے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کیلئے عظیم الشان جدوجہد کی ضرورت ہے جو بیدار کرنے والوں سے مستغنی ہو، جو بیداری دھکوں سے پیدا ہو وہ بھی کیا بیداری ہے جاگنا وہی مفید ہوتا ہے جو انسان جاگتا اور پھر جاگتا ہی رہتا ہے۔ جو بیدار ہوتا اور پھر سو جاتا ہے، وہ افیونی کی طرح ہے۔ دھکوں سے بیدار ہونا اور پھر سو جانا بہت بڑا مرض ہے اور مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کی بیداری اس وقت تک دھکوں کی بیداری ہے۔

تحریک جدید کے شروع میں مَیں نے جماعت کو اس طرف خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس سبق کو جماعت نے یاد نہیں کیا۔ جب تحریک جدید کا اعلان کیا گیا ہے اس وقت جماعت میں ایسی بیداری پیدا ہو چکی تھی کہ میں نے حالات کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے

جب اپنے محدود علم کے مطابق جماعت سے ستائیس ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا اور کہا کہ تین سال کیلئے یہ رقم درکار ہے تو جماعت نے ایک لاکھ سات ہزار کے وعدے کئے حالانکہ وعدے کرنے والوں میں سے بہتوں نے ابھی صرف پہلے ہی سال کا حصہ دیا تھا۔ کتنی عظیم الشان بیداری تھی مگر یہ دھماکے کی بیداری تھی۔ دشمن نے ایک تھپڑ رسید کیا تھا جس سے جماعت میں ایک سنسنی پیدا ہوئی، لرزہ پیدا ہوا اور وہ بیدار ہوگئی۔ میں نے اس وقت یہ کہا تھا کہ جو بیداری مار سے پیدا ہو وہ کوئی بیداری نہیں، وہ خدا تعالیٰ کیلئے نہیں بلکہ دشمن کیلئے ہوتی ہے اور اس کا ثواب اگر دشمن کو مل سکتا تو اسے ملتا۔

غرض ۱۹۳۴ء کے آخر میں جماعت میں جو بیداری ہوئی اسکے نتیجہ میں جماعت نے ایسی غیر معمولی قربانی کی روح پیش کی جس کی نظیر اعلیٰ درجہ کی زندہ قوموں میں بھی مشکل سے مل سکتی ہے، کمزور قوموں سے مقابلہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ قربانی زندہ قوموں کے مقابل پر بھی فخر کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے مگر وہ تھپڑ اور مار کے نتیجہ میں تھی۔ دشمن کے تھپڑ سے دوست یک دم گھبرا گئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ ہم پیسے جانے لگے ہیں۔ تب خیال کیا کہ موت سے پہلے کچھ خرچ کرلو اس کے بعد دوسرا اور تیسرا سال آیا اور میں نے ہر موقع پر سمجھایا کہ حقیقی قربانی دائمی قربانی کا نام ہے مگر تھپڑ کی چوٹ اور صدمہ جوں جوں کم ہوتا گیا، جوں جوں دشمن کو ذلّت نصیب ہوتی گئی۔ جماعت کے لوگ بھی لیٹنے لگے اور بعض تو غفلت کی نیند سو گئے۔ حتّٰی کہ جب میں نے دوسرے دور کی تحریک کی تو بعض لوگوں نے خیال کرلیا کہ ہم اپنا فرض ادا کر چکے ہیں اور اب ہمیں کسی اور آواز کے سننے کی ضرورت نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تحریک جدید کے پہلے دور میں احباب نے غیر معمولی کام کیا اور ہم اسے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ مؤرخ آئیں گے جو اس امر کا تذکرہ کریں گے کہ جماعت نے ایسی حیرت انگیز قربانی کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور اس کے نتائج بھی ظاہر ہیں۔ حکومت کے اس عنصر کو جو ہمیں مٹانے کے درپے تھا متواتر ذلّت ہوئی، اس نے جھوٹ اور فریب سے کام لیا، جھوٹی مسلیں تک بنائیں مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام کیا اور ہم اندر بھی اور باہر بھی ہر جگہ اس قابل ہوئے کہ اعلیٰ حکام کو بتا سکیں کہ وہ ان کو بھی دھوکا دیتے رہے ہیں اور دنیا کو بھی حتّٰی کہ گورنمنٹ کو بھی محسوس کرنا پڑا اور اس نے پہلے نوٹس کے

متعلق اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور تسلیم کیا کہ اس کی غلطی تھی اور ہم حق پر تھے۔ مگر فتنہ پرداز حکام نے پھر کوشش کی کہ ایسی صورت پیدا کر دیں جس سے وہ اپنی شکست کو چھُپا سکیں مگر انہیں پھر ناکامی ہوئی۔ کچھ عرصہ ہوُا اس ضلع میں مسٹر انر ڈپٹی کمشنر ہو کر آئے تھے انہوں نے مجھ سے گفتگو کی اور کہا کیوں نہ جماعت احمدیہ اور گورنمنٹ میں صلح ہو جائے۔ میں نے انہیں کہا کہ ہم صلح کے لئے تو ہر وقت تیار ہیں مگر دب کر صلح نہیں کریں گے۔ انہوں نے ایک سکیم پیش کی اور کہا کہ اس سے جماعت کی عزت بھی قائم رہے گی اور گورنمنٹ کی بھی۔ میں نے ان سے کہا کہ گورنمنٹ کو ذلیل کرنا تو ہمارا مقصد ہی نہیں۔ افسوس ہے کہ وہ جلد یہاں سے چلے گئے۔ اگرچہ انہوں نے کہا تو یہ تھا کہ میں اس وعدہ پر اس ضلع میں آیا ہوں کہ مجھے کم سے کم تین سال تک رہنے کا موقع دیا جائے گا مگر وہ جلد رخصت پر گئے اور پھر غالباً پنجاب سے ہی بدل دیئے گئے۔

انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں پچھلی تمام مسلیں پڑھوں گا اور پھر سب واقعات پر غور کر کے اس امر کے متعلق کوئی رائے قائم کروں گا کہ جماعت احمدیہ پر کہاں تک سختی ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ جلد یہاں سے چلے گئے لیکن جانے سے کچھ عرصہ پہلے ایک دفعہ خان صاحب مولوی فرزند علی ان سے ملے تو انہوں نے خان صاحب سے کہا کہ اس وقت تک میں نے تین مسلیں پڑھی ہیں اور میری یہی رائے ہے کہ ان معاملات میں آپ حق پر تھے اور آپ پر ناواجب سختی کی گئی تھی۔ افسوس کہ انہیں موقع نہ ملا ورنہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ جاتی دفعہ میں ایک ایسا تفصیلی نوٹ چھوڑ کر جاؤں گا جس میں ان تمام اُمور کے متعلق جن میں آپ حق پر ثابت ہونگے آپ کی برأت کر دی جائے گی۔ تو یہ موقع بھلا دوسری کمیونٹی کو کہاں مل سکتا ہے کہ وہ ثابت کر دے کہ حکام نے غلطی کی تھی اور وہ حق پر تھی۔

ایک دفعہ یہاں ایک مار پیٹ کا کیس ہو گیا اور ایک شخص نے بعض احمدیوں کے نام یونہی لکھوا دیئے کہ انہوں نے مجھے مارا ہے۔ بعد میں اس سے کسی نے کہا کہ تم نے غلطی کی بڑے بڑے آدمیوں کے نام لکھوانے چاہئیں تھے چنانچہ اس نے بعد میں بڑے بڑے احمدیوں کے نام لکھوا دیئے۔ مقدمہ پولیس نے شروع کیا ہمیں معلوم تھا کہ اس کے پہلے بیان میں اور نام تھے۔ چنانچہ جماعت نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو گواہی میں بلایا کہ ڈائریاں لے کر آئے اور

بتائے کہ شکایت کرنے والے کا پہلا بیان کیا تھا مگر گورنمنٹ کی طرف سے کہا گیا کہ یہ سرکاری راز ہیں جن کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا حالانکہ یہ بالکل نامعقول بات ہے۔ زید اور بکر کی لڑائی ہو اور زید ایک رپورٹ لکھوائے تو اس میں سرکار کا کیا تعلق ہے اور زید کی رپورٹ سرکاری راز کس طرح کہلا سکتا ہے سوائے اس صورت کے کہ سرکاری افسروں کی طرف سے اسے شرارت کرنے کے لئے بھیجا گیا ہو۔ آخر اپیل میں اوپر کے مجسٹریٹ نے ان کاغذات کا مطالبہ کیا اور کاغذات پیش ہوئے اور سارا فریب کھل گیا۔

اس قسم کے بیسیوں واقعات گزشتہ چار سالوں میں ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے متواتر ان افسروں کو جو احمدیوں سے بلاوجہ دشمنی رکھتے تھے بُری طرح ذلیل کیا ہے اور اسی طرح ہمارے دوسرے دشمنوں کو بُری طرح ذلیل کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں ہر میدان میں کامیابی اور دشمنوں کو ذلت نصیب ہوئی اور احرار کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذلیل کیا ہے کہ اب وہ مسلمانوں کے سٹیج پر کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کجا تو یہ کہ وہ وزارت کے خواب دیکھ رہے تھے اور وزارتیں تقسیم کر رہے تھے اور کجا یہ کہ اسمبلی میں ان کا صرف ایک ہی ممبر ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے احمدیہ جماعت کو کچل دیا ہے حالانکہ اسمبلی میں ایک ہی ممبر ان کا اور ایک ہی ہمارا ہے اور وہ تو سو فیصدی مسلمانوں کے نمائندہ ہونے کے مدعی ہیں مگر ہم ایک فیصدی ہیں مگر اسمبلی میں سو فیصدی والوں کے برابر ہیں۔ اب ملتان میں انہوں نے پھر ایک کونسل کی ممبری کے حصول کی کوشش کی تھی مگر نہایت سخت شکست کھائی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سب دشمنوں کو ایسی سخت شکست دی ہے کہ حکام نے خود اس کو تسلیم کیا ہے۔ کئی رنگ میں ہمیں نقصان پہنچانے کی کوششیں ہوئیں حتّٰی کہ عدالتوں کو بھی متاثر کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن اس صورت میں بھی ہائی کورٹ سے اللہ تعالیٰ نے ہماری برأت کرائی۔ اس کے علاوہ جو جماعت میں تبدیلی ہوئی وہ بہت ہی شاندار ہے۔ ہماری جماعت لاکھوں کی تعداد میں ہے جس میں امیر غریب ہر طبقہ کے لوگ ہیں بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کو سات سات اور آٹھ آٹھ کھانے کھانے کی عادت تھی اور جن کے دستر خوان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھانے ہی کھانے پڑے ہوتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں ایک دفعہ مجھے عربی مدارس کے

معائنہ کے لئے ایک سفر کرنا پڑا راستہ میں ایک جگہ احباب نے دعوت کی۔ میں نے دیکھا کہ اس قدر کھانے سامنے پڑے ہوئے تھے کہ اگر میں اپنا ہاتھ پھیلاتا تب بھی سب پلیٹوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا حتّٰی کہ اگر لیٹ جاتا تب بھی بعض تھالیاں مجھ سے دور رہتیں۔کوئی چالیس قسم کے کھانے تھے۔ میں نے دبی زبان سے اس کا شکوہ بھی کیا مگر ایک دوست نے جو ساتھ تھے مجھے روکا اور کہا کہ ایسا نہ کریں، صاحب خانہ کی دل شکنی ہوگی۔ابھی تو بہت سادگی سے کام لیا گیا ہے ورنہ یہاں معززین کی دعوت میں اس سے بہت زیادہ کھانے ہوتے ہیں۔تو اس قسم کے لوگ بھی جماعت میں موجود تھے مگر تحریک جدید کے ماتحت سب نے ایک ہی کھانا کھانا شروع کر دیا اور نہ صرف احمدیوں نے بلکہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں غیر احمدیوں نے بھی اس طریق کو اختیار کر لیا۔ میری ایک ہمشیرہ شملہ گئی تھیں انہوں نے بتایا کہ وہاں بہت سے رؤساء کی بیویوں نے مانگ مانگ کر تحریک جدید کی کاپیاں لیں اور کہا کہ کھانے کے متعلق ان کی ہدایات بہت اعلیٰ ہیں ہم انہیں اپنے گھروں میں رائج کریں گی۔ایک نوجوان نے بتایا کہ وہ بعض غیر احمدیوں کے ساتھ ایک مَیس میں شریک تھے تحریک جدید کے بعد جب انہوں نے دوسرا کھانا کھانے سے احتراز کیا اور دوسرے ساتھیوں کے پوچھنے پر اس کی وجہ ان کو بتائی تو انہوں نے بھی وعدہ کیا کہ یہ بہت اچھی تحریک ہے ہم بھی آئندہ اس پر عمل کریں گے۔ پھر میں نے سینما دیکھنے کی ممانعت کی تھی اس بات کو ہمارے زمیندار دوست نہیں سمجھ سکتے کہ شہریوں کے لئے اس ہدایت پر عمل کرنا کتنا مشکل تھا شہر والے ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ان میں سے بعض کے لئے سینما کو چھوڑنا ایسا ہی مشکل تھا جیسے موت قبول کرنا جن کو سینما جانے کی عادت ہو جاتی ہے وہ اسے زندگی کا جزو سمجھتے ہیں مگر اِدھر میں نے مطالبہ کیا کہ اسے چھوڑ دو اور اُدھر ننانوے فیصدی لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اور پھر نہایت دیانتداری سے اس عہد کو نبھایا اور عورت مرد سب نے اس پر ایسا عمل کیا کہ جو دنیا کے لئے رشک کا موجب ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے لاکھوں روپیہ بچ گیا ہوگا۔سینما دیکھنے والے عموماً روزانہ دیکھتے ہیں اگر مہینہ میں دس دن بھی سینما کے شمار کئے جائیں اور صرف چار آنہ والے ٹکٹ کا اندازہ کیا جائے تب بھی سال میں تیس روپے فی کس کا خرچ ہے اور اگر جماعت کے سینما جانے والوں کی تعداد ایک ہزار سمجھی جائے تو تیس ہزار سالانہ

کی بچت جماعت کو ہوگئی جو رقم کہ چار سال کے حساب سے سوا لاکھ بنتی ہے۔ مگر سارے چار آنہ میں ہی دیکھنے والے نہیں ہوتے بعض روپیہ دو روپیہ کا ٹکٹ لیتے ہیں۔ پھر اس سے جو وقت بچا اس کی قیمت کا اندازہ کرو گھر سے سینما آنے جانے، تماشہ کا انتظار خود تماشہ کا وقت اگر اندازہ لگایا جائے تو تین چار گھنٹہ سے کم نہ ہوتا ہوگا یہ وقت بھی بچ گیا۔ پھر گھروں میں اس سے امن قائم ہؤا۔ جو لوگ سینما دیکھنے جاتے تھے ان کی بیویوں کو واپسی تک جاگنا پڑتا ہوگا۔ جس سے بعض اوقات لڑائی بھی ہو جاتی ہوگی۔ اب ایسے لوگ جلدی گھر آجاتے ہوں گے اور میاں بیوی کو باہم دُکھ سُکھ کی بات چیت کرنے کا موقع مل جاتا ہوگا، کسی کی نیند خراب نہیں ہوتی ہوگی۔ پس یہ مطالبہ معمولی نہ تھا لیکن جماعت نے اسے سنا اور پورا کر دیا اور اس سے فوائد بھی حاصل کئے۔ اس کے علاوہ کون نہیں جانتا کہ عورت کپڑوں پر مرتی ہے مگر ہزار ہا عورتوں نے دیانتداری سے لباس میں سادگی پیدا کرنے کے حکم پر عمل کیا۔ یہ باتیں انفرادی قربانی اور قومی فتح کا ایک ایسا شاندار نمونہ ہیں جس کی مثال کم ملتی ہے۔ یہ قربانی معمولی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ کی قربانی ہے اور دیکھنے والی آنکھ کیلئے اس میں فتوحات کا لمبا سلسلہ ہے۔ پھر کتنے نئے ممالک میں احمدیت روشناس ہوئی۔ کم سے کم دس پندرہ ممالک ایسے ہیں۔ کئی علاقوں میں گو احمدیت پہلے سے تھی مگر تحریک جدید کی جدوجہد کے نتیجہ میں اس کا اثر پہلے سے بہت وسیع ہو گیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک یہ نتیجہ نکلا کہ اس سے پہلے دنیوی لحاظ سے جماعت کو صرف ایک دستہ فوج سمجھا جاتا تھا اور اس کی حیثیت مسلمانوں کے ایک بازو کی تھی لیکن احرار اور بعض حکام نے ہمارے خلاف جو شورش پیدا کی اس سے ڈر کر سارے مسلمانوں نے ہم کو علیحدہ کر دیا۔ خود گورنر پنجاب نے ایک دفعہ چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب سے کہا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے مخالف صرف احرار ہیں سب قوموں اور فرقوں کے لوگ میرے پاس آ آ کر آپکی شکایتیں کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو لوگ ہمارے مؤید تھے انہوں نے کبھی ان کے سامنے اپنے خیالات ظاہر نہ کئے ہوں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری مخالفت بہت عام ہوگئی تھی۔ حتّٰی کہ وہ مسلم لیگ جس کے اجلاس بعض دفعہ نہ ہو سکتے تھے

اور وہ مجھ سے روپیہ لے کر اجلاس کرتی تھی اسے بھی زکام ہوا اور اس کی پنجاب کی شاخ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ احمدی اس کے ممبر نہیں ہو سکتے یہ کفرانِ نعمت کی انتہاء تھی لیکن اس کی وجہ یہی تھی کہ اس وقت ہمارے خلاف لوگوں میں اتنا جوش تھا کہ انہوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے احمدیوں کو شامل رکھا تو لوگ ہمیں ووٹ نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ کی بھی ایک ہی نشست ہے گویا وہ بھی ہمارے برابر ہیں جو یقیناً ہماری فتح ہے۔ ہماری جماعت تو مختلف مقامات پر پھیلی ہوئی ہے اگر ایک ہی ضلع میں ہوں تو ہم دو ممبران بھی لے سکتے ہیں مگر ہم پھیلے ہوئے ہیں اس لئے ایک ممبر کا حصول بھی ہمارے لئے ناممکن ہے۔ پس ایک نشست کا حاصل کر لینا بھی ہماری بہت بڑی فتح ہے لیکن ان کا صرف ایک نشست حاصل کرنا ان کی سخت شکست۔ بہرحال اس وقت تک ہم مسلمانوں کا ایک حصہ سمجھے جاتے تھے مگر مسلمانوں نے گزشتہ فتنہ سے مرعوب ہو کر ہمیں اس طرح الگ کرنے کی کوشش کی جس طرح دودھ سے مکھی نکال دی جاتی ہے اور اس طرح ہمیں تنِ تنہا سب دشمنوں سے لڑنے کا موقع ملا اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس لڑائی میں کامیاب ہوئے اور دنیا نے محسوس کر لیا کہ جماعت احمدیہ صرف مسلمانوں کے لشکر کا ایک بازو ہی نہیں بلکہ وہ اپنی منفردانہ حیثیت بھی رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ پہلے ہماری اس حیثیت سے دنیا واقف نہ تھی تحریک جدید کے نتیجہ میں ہی وہ اس سے آشنا ہوئی ہے مگر یہ سب فتوحات جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں حاصل ہوئیں ہمارا مقصد نہیں۔ ہمارا مقصد ان سے بہت بالا ہے اور اس میں کامیابی کیلئے ابھی بہت قربانیوں کی ضرورت ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہ ہونا چاہئے جہاں احمدیت قائم نہ ہو۔ اس وقت تک جماعت حقیقی طور پر صرف ہندوستان میں ہے اور یہاں اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے رنگ میں مضبوطی حاصل ہے کہ اور کہیں نہیں۔ ہندوستان سے اتر کر وہ ملک جہاں احمدیت کو مضبوطی حاصل ہو رہی ہے اور جہاں لوگ اسے سمجھنے اور اسے اپنی عملی زندگی کا جزو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سماٹرا اور جاوا ہیں۔ وہاں سے طالب علم بھی دین سیکھنے کیلئے یہاں آتے رہتے ہیں اور جب تاریخ عالم میں احمدیت کی تاریخ لکھی جائے گی تو ہندوستان کے بعد ان جزائر کا ذکر نمایاں طور پر ہوگا۔

تیسرا مقام جہاں احمدیت ترقی کر رہی ہے اور جہاں اسے سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے عرب ہے۔جس کے ساتھ فلسطین بھی شامل ہے۔فلسطین میں ایک گاؤں احمدیہ جماعت کا مرکز ہے یعنی وہ قریباً سب کا سب احمدی ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ احمدی جماعتیں مصراور شام میں بھی ہیں۔فلسطین کے جس گاؤں کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی جماعت ہے جو عملی طور پر احمدیت کو اپنی زندگی میں داخل کر رہی ہے۔انہوں نے اپنے مدرسے بھی جاری کر رکھے ہیں، لٹریچر بھی شائع کرتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، گویا تیسرا ملک عرب ہے۔جس میں شام اور فلسطین وغیرہ بھی شامل ہیں جو احمدیت کی روح کو اپنے اندر داخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر تعداد کے لحاظ سے گو ابھی علمی لحاظ سے نہیں مغربی افریقہ کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہاں اس وقت تک پچاس ساٹھ ہزار احمدی ہو چکا ہے اور احمدیت وہاں وسیع طور پر پھیل رہی ہے اور یہ صرف ہمارے مبلغین کے ذریعہ نہیں بلکہ خود ان میں سے جو احمدی ہوئے ہیں وہ آگے جا کر دوسروں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ان لوگوں میں تعلیم بہت کم ہے اور ایسے لوگوں کو ٹھوکر بھی لگ سکتی ہے بعض کو دوسرے لوگ دھوکا بھی دے سکتے ہیں مگر باوجود تعلیم کی کمی کے وہ لوگ بہت کام کر رہے ہیں۔ان کے مدرسے جاری ہیں، اشتہارات شائع ہوتے ہیں، کئی نوجوان اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، کئی ایسے ہیں جنہوں نے چھ چھ ماہ تبلیغ کے لئے وقف کئے اور سینکڑوں میلوں کے پیدل سفر کر کے تبلیغ کیلئے گئے اور نئی جماعتیں قائم کیں۔ ہندوستان میں بیٹھے ہوئے لوگ یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ غیر ممالک میں کیا کام ہو رہا ہے یہاں تو بعض لوگ احمدیہ جماعتیں قادیان ننگل اور بھینی میں ہی سمجھتے ہیں۔ان کی آنکھوں کے سامنے وہ لڑائی نہیں جو غیر ممالک میں لڑی جارہی ہے اور جس میں ہمارے مجاہد نوجوان اپنا خون اور پانی ایک کر رہے ہیں اور احمدیت کے جھنڈے کو بلند کر رہے ہیں۔ بے شک ان ممالک میں سے کوئی روپیہ یہاں نہیں آتا یا کم آتا ہے۔مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ بیرونی ممالک کی جماعتوں کے چندہ کا ۷۵ فیصدی مقامی طور پر خرچ کیا جائے اور صرف ۲۵ فیصدی یہاں آئے اور جہاں ضرورت ہو سو فیصدی ہی وہاں خرچ کرنے کی اجازت دے دی جاتی ہے لیکن اس لڑائی میں ہمیں یہاں سے روپیہ نہیں

بھیجنا پڑتا۔ کیا یہ کم آرام کی بات ہے، بے شک ان کا روپیہ یہاں خزانہ میں جمع نہیں ہوتا اور جو لوگ کامیابی کا اندازہ روپیہ سے کرنے کے عادی ہوئے ہیں وہ یہی خیال کرتے ہیں کہ کوئی کام نہیں ہورہا مگر انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جماعتیں اپنے اپنے طور پر کافی خرچ کر رہی ہیں اور بعض جماعتوں کے بجٹ دس دس اور پندرہ پندرہ ہزار کے ہوتے ہیں۔ اگر وہ ساری رقمیں یہاں آئیں تو ہمارا بجٹ دُگنا نہیں تو ڈیوڑھا تو ضرور ہو جائے گا مگر وہاں بھی ایک لڑائی جاری ہے اور ایسی صورت میں ہمارا وہاں سے روپیہ منگوانا بہت بڑی حماقت ہوگی۔ گوکئی نادان وہاں سے روپیہ نہ آنے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ کوئی کام نہیں ہو رہا حالانکہ ان کے بجٹ ہزاروں کے ہوتے ہیں۔ پھر تحریک جدید میں انہوں نے بھی پورے شوق سے حصہ لیا ہے اور بعض ممالک سے ڈیڑھ ڈیڑھ اور دودو ہزار روپے بھی آتے رہے ہیں۔ پس میں اپنی جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ عظیم الشان کام ہمارے سامنے ہے۔ اگر وہ اس امر کے منتظر ہیں کہ تھپڑ پڑے تو اٹھیں۔ تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تھپڑوں کی کمی نہیں مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ انسان تھپڑ کھا کر بیدار ہو۔ یہ نمونہ تو ہم نے دکھا دیا کہ کوئی ضرب لگائے تو بیدار ہو کر ہم ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ اس کی مثال نہیں ملتی اور اب تحریک جدید کے دورِ ثانی میں ہم نے یہ دکھانا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں بغیر مار کھائے بھی ہم ویسی ہی قربانی کرنے کو تیار ہیں اور اس دور کی کامیابی پر اس سوال کا فیصلہ ہوگا کہ احرار کی مار کی ہمارے دلوں میں زیادہ عظمت ہے یا خدا تعالیٰ کی محبت اور اس سوال کا آپ جو بھی جواب دیں گے اس سے آپ کی قیمت کا اندازہ ہوگا۔ دورِ ثانی ایسی حالت میں شروع کیا گیا ہے کہ جب بظاہر سامنے کوئی خطرہ نہ تھا اور یہ اس لئے ہؤا کہ تا اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر فخر کا موقع دے اور ہم بتا سکیں کہ جس طرح اگر دشمن ہمیں ذلیل کرنا چاہے تو ہم ایسی قربانی کرتے ہیں جس سے وہ ناکام ہو جائے اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی محبت میں بھی اگر ہمیں قربانی کرنا پڑے تو پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ جماعت کے ایک حصہ نے دورِ ثانی کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

دورِ اول میں تو دشمن گھونسے تانے ہمارے سروں پر کھڑا تھا اُس وقت ہم میں جو بیداری پیدا ہوئی وہ اپنی جان بچانے کیلئے تھی مگر آج کوئی دشمن سامنے نہیں کھڑا اور اُس طرح حملہ آور

نہیں، گو اندر ہی اندر آگ سُلگائی جارہی ہے اور ایک لاوا ہے جو پک رہا ہے مگر وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہے اسلئے آج کی قربانی دشمن کی مار کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔اس وقت قربانی خالص خدا تعالیٰ کی محبت کے لئے ہوگی ،اس وقت ہمارے مدنظر صرف خدا تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کیلئے مستقل کام کی بنیاد رکھنا ہے اور اس کے لئے میں چاہتا ہوں کہ ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کردوں جس سے یہ کام سہولت کے ساتھ چلتا رہے اور اس کے ساتھ نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کروں جو اسلام کو صحیح معنوں میں قائم کرنے والی ہو۔ یہ دونوں کام پہلے سے بہت زیادہ خرچ چاہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں نے کہہ دیا ہے کہ جو دوست زیادہ بوجھ نہ اٹھا سکیں ہر سال دس فیصدی چندہ تحریک میں سے کم کرتے جائیں گو میں نے اپنا چندہ گزشتہ سال بھی تیسرے سال کی نسبت دس فیصدی بڑھا دیا تھا۔ بہرحال یہ دوسرا دور تحریک جدید کا آپ کے سامنے ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ آپ اس پر کس طرح عمل کرتے ہیں اگر آپ اس پر عمل نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کامیابی کا کوئی اور رستہ کھول دے گا مگر میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ دو مواقع قربانی کے آئے ہیں ایک وہ جب دشمن ماررہا تھا اور ایک خالص خدا تعالیٰ کی محبت میں قربانی کرنے کا۔اگر اس دوسرے وقت میں ہم نے سستی دکھائی تو آئندہ زمانہ کے لوگ ہمارے متعلق کیا فیصلہ کریں گے وہ ظاہر ہی ہے۔آپ میں سے ہر ایک نے اپنی قبر میں جانا ہے اور میں نے اپنی میں۔میرے اچھے عملوں سے آپ لوگوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا اور آپ کے اچھے عملوں سے مجھے نہیں ہوگا۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا خدا تعالیٰ کے سامنے خود جوابدِہ ہے۔اگر وہ مجھے پوچھے گا کہ تم نے کیا قربانی کی تو اس کے جواب کا میں ذمہ دار ہوں تم اپنے لئے آپ سوچ لو کہ تم کیا جواب دو گے یا دے سکو گے۔میں جانتا ہوں کہ کل کو اگر کوئی اور قوم ہمارے مقابلہ کیلئے کھڑی ہو جائے تو سست دوست بھی قربانیاں کرنے لگیں گے مگر قیامت کے روز خدا تعالیٰ ان سے کہے گا بے شک تم نے قربانیاں کیں مگر میرے لئے نہیں بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے۔اس وقت میں نے آپ لوگوں کے سامنے چند اصول رکھ دیئے ہیں اور ان پر تبصرہ کر دیا ہے اس وقت میں کوئی تحریک نہیں کرتا۔صرف ایک تحریک کرتا ہوں کہ رمضان کا آخری عشرہ جو آنے والا ہے اس کو تحریک جدید کے متعلق سابق قربانیوں

کے لئے شکریہ اور آئندہ کیلئے طاقت کے حصول کیلئے خرچ کرو۔جن کو گزشتہ سالوں میں قربانیوں کی توفیق ملی ہے وہ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں اور ہر ایک دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے ہر قربانی کرنے والے کے لئے دعا کرے کہ اس نے شوکت دین اور مضبوطی سلسلہ کے لئے جو قربانی کی ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل اور رحمتیں نازل کرے اور اس کیلئے اپنی محبت اور برکات کا نزول فرمائے اس محبت اور اخلاص کے مطابق جس کے ساتھ اس نے خدا کی راہ میں قربانی کی تھی۔ پھر تم میں سے ہر شخص یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دورِ ثانی کو پہلے دور سے بھی زیادہ کامیاب بنائے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں چندہ کہاں سے دیں لیکن میں نے تو اس تحریک کے شروع میں ہی یہ کہہ دیا تھا کہ غریب سے غریب بلکہ معذور سے معذور بھی حتّٰی کہ جس کی زبان بھی نہ ہو وہ بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے یعنی وہ دعا کے ذریعہ اس میں شامل ہوسکتا ہے اور یہی انیسواں مطالبہ ہے جس میں وہ شخص بھی جو چارپائی پر پڑا ہوا ہو حتّٰی کہ ہاتھ بھی نہ ہلا سکے، زبان سے بول بھی نہ سکے، وہ بھی اس میں شریک ہوسکتا ہے اس طرح تم میں سے ہر وہ شخص خواہ وہ کتنا ہی جاہل اور اَن پڑھ کیوں نہ ہو تحریک جدید میں حصہ لے سکتا ہے۔

پس اس عشرہ میں خصوصیت سے دعائیں کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ دورِ ثانی کو پہلے سے بھی زیادہ کامیاب بنائے اور جماعت کے قلوب میں ایسی صفائی پیدا کردے کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں بھی ویسی ہی قربانیاں کرسکے جیسی کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت کرتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور اگر آپ لوگ سارے کے سارے میرے ساتھ دعاؤں میں شامل ہو جائیں تو یقیناً نتائج نہایت شاندار نکلیں گے (آخری عشرہ کے انتظار کی ہی کوئی خاص ضرورت نہیں۔آج سے ہی دعائیں شروع کر دینی چاہئیں اس طرح تیرہ یا بارہ دن دُعا کے لئے مل جائیں گے۔خطبہ چھاپنے والوں کو بھی چاہئے کہ جلدی کریں تا پیر کے روز خطبہ یہاں سے جاسکے۔اس کے یہ معنے ہوں گے۔کہ باہر کی جماعتوں کو بیسویں روز خطبہ پہنچے گا اور اس طرح نو دن ان کو مل سکیں گے۔گو قادیان کے لوگوں کو زیادہ موقع مل سکے گا) خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ہمارا کام بہت بڑا ہے۔دین کو ہمیشہ کے لئے ساری دنیا میں قائم کر دینا کوئی آسان بات نہیں اور اس کیلئے

بہت بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے، لیکن اگر تم کچھ اور نہیں کر سکتے تو اتنا تو کرو کہ دعائیں کرو اور اگر اور رنگ میں بھی قربانی کرسکو اور پھر ساتھ دعائیں کرو تو دُہرا ثواب حاصل کرسکو گے۔

پس اس رمضان میں خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کیلئے دعائیں کرو جنہوں نے مال سے یا وقت سے یا اولاد کے ذریعہ سے قربانیاں کی ہیں یا دعاؤں سے مدد کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو سکون اور برکت سے بھر دے، انکی قربانیاں دائمی صدقہ کا کام دینے والی ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں اور ان کی غلطیوں کو معاف کرے اور انہیں گناہوں کی عادت سے بچائے۔ان کے قلوب میں اپنی محبت اور عرفان کے چشمے پھوڑے اور انہیں نیک نسلیں عطا کرے جو راستی پر قائم رہنے والی ہوں۔ پھر یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس دورِ ثانی کو کہ جس کا محرک اس کی محبت ہے کامیاب کرے اور جماعت کو قربانیوں کی توفیق دے کہ دراصل یہی اصل قربانی ہے۔اللہ تعالیٰ مالی قربانی کرنے والوں کو سچے معیار کے مطابق قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔جن کو توفیق نہیں انہیں توفیق دے اور جنہیں توفیق ہے مگر وہ کمزوری دکھا رہے ہیں ان کے لئے بھی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریوں کو دور کرے۔جن لوگوں کو مالی قربانی کی توفیق نہیں ان پر بھی بڑی ذمہ داری ہے۔وہ رات دن دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ غیب سے راستے کھول دے اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے دوسروں کو قربانی کی توفیق دے اور اگر سچے دل سے دعائیں کی جائیں تو یقیناً ہم کامیاب ہونگے کیونکہ الٰہی سلسلوں کی بنیاد ہمیشہ الٰہی فضلوں پر ہوتی ہے اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں قربانیاں کرنے کی ایک ایسی رفتار بخش دے گا جس میں روز بروز ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ ہم اور ہماری نسلیں ان کے ذریعہ اپنے اس مقصود کو پالیں گی جس کیلئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قدر نزدیک ہو جائیں گے اور قُرب کا وہ مقام حاصل کرلیں گے جس پر دوسری برگزیدہ جماعتوں کو رشک پیدا ہوگا اور ہمارے مخالف حسد کی آگ میں جل جائیں گے۔'' (الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۳۸ء)

---

۱ البقرۃ:۱۸۶

۲ ،۳ شعب الایمان لِلْبَیْھَقِی الجزء الثانی صفحہ ۳۱۱ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۰ء